مرثیہ

خون

ع   ہیں در و دیوار لرزاں نطق کے ایوان کے

بند: ۶۶

سنِ تصنیف: ۲۰۱۲ء

خون

(۱)

ہیں در و دیوار لرزاں نطق کے ایوان کے
سوچ کا سر خم ہے آگے قدرتِ یزدان کے
ہوتی ہے دانش تصدّق خلقتِ انسان کے
لوتھڑے میں خون کے ہوتے ہیں جوہر "جان" کے

خلقتِ انساں کی خاطر ہے عجب اندازِ حق
اشرف المخلوق کی بنیاد رکھی ہے علق

(۲)

خون سے ہر شاخِ نخلِ جسم ہوتی ہے ہری
اس سے ہر اک عضوِ تن کی ہوتی ہے چارہ گری
قلب کی اس کے توسّل ہے بدن پر سروری
اس کی گردش سے ہے جاری زیست کی پیمبری

سر سے لے کر پاؤں تک ہے حکمرانی خون کی
ہانکتی ہے زندگانی کو روانی خون کی

(۳)

زندگی کے بار کا حامل، مگر بے جان ہے
حضرتِ خالق کی اس حکمت پہ دل قربان ہے
حسنِ خلقت دیکھ کر تو عقل ہی حیران ہے
کس قدر خوش رنگ یہ صناعیِ یزدان ہے
جوہری یہ صنعتِ حق دیکھ کر مبہوت ہے
خاک کے پیکر میں کیا پگھلا ہوا یاقوت ہے؟

(۴)

جسم طینت کا سبو ہے خون جذبوں کی شراب
خوں جمالِ روئے انساں خون ہے روحِ شباب
خوں نہ ہوتا تو کہاں ہوتی بدن کی آب و تاب
خون سے بخشا گیا ہے خاک کو حُسنِ گلاب
حُسن پر کرتا ہے جو فیضانِ رعنائی لہو
اصل میں رُخ کو عطا کرتا ہے زیبائی لہو

(۵)

چہرۂ مسرور پہ سرخی سجاتا ہے لہو
چشم میں مکروب کی بھی اشک لاتا ہے لہو
طیش میں آتا ہے انساں، جوش کھاتا ہے لہو
دل کسی صدمے سے ڈوبے تو بتاتا ہے لہو
کھینچ دیتا ہے لہو تصویرِ احساسات کی
یہ ہے مقیاسِ طبیعت اور زباں جذبات کی

(۶)

قوم کے ان گل رخوں کی شادمانی کس لیے
خونِ تازہ کی رگ و پے میں روانی کس لیے
ہو جو خالی ولولوں سے زندگانی کس لیے
جو نہ فتنوں کو دبا پائے، جوانی کس لیے
عمر تو ہو حشر خیز اور خون جس کا سرد ہو
ایسا شخص نا سزا جائز نہیں کہ مرد ہو

(۷)

ہاں یقیناً عمر کے ڈھلنے کا ہوتا ہے اثر
سرد ہو جاتا ہے خوں انسان کا پیری میں مگر
دوڑتا ہے پھر رگوں میں صورتِ برق و شرر
آدمی کا ہو حبیب ابن مظاہرؓ سا جگر
وہ کہ جس کا قلب سینے میں دھڑکتی آگ تھا
ہاں لہو جس کا بدن میں اک بھڑکتی آگ تھا

(۸)

مسندِ آیات پر جلوہ نمائی خون کی
ہر زمانے میں ہے شاہد یہ خدائی خون کی
یہ شفق کیا ہے سوائے روشنائی خون کی
فکرِ انساں روز کرتی ہے گدائی خون کی
جو جہاں بھی ہو وہ پڑھ لے واقعہ لکھا ہوا
کیوں ہوا سورج لہو ہے سانحہ لکھا ہوا

(۹)

خون بتلاتا ہے کہ انسان کی قیمت ہے کیا
کوئی کیا جانے کہ اس کی جان کی وقعت ہے کیا
اللہ اللہ از نگاہ کبریا عظمت ہے کیا
ہے کلامِ حق گواہ، اس خون کی حرمت ہے کیا
خون اک انسان کا انسانیت کا خون ہے
خون کے بدلے میں خوں، رحمٰن کا قانون ہے

(۱۰)

بار اس کا اپنی گردن سے ہٹا سکتا نہیں
کف سے اُس کا داغ قاتل بھی مٹا سکتا نہیں
خون سے روشن دیا کوئی بجھا سکتا نہیں
کوئی اس کے غیظ کی بھی تاب لا سکتا نہیں
خوں فشانی نے مٹایا تھا ستم کے عصر کو
خوں کی موجوں نے بہایا تھا یزیدی قصر کو

(۱۱)

پاؤں میں ہوں بیڑیاں اور ہوں گلوں میں ریسماں
دارتانِ خونِ ناحق بھر رہے ہوں سسکیاں
قاتلوں کے واسطے جب ہوں سنہری کرسیاں
اک شہیدِ حق کو باغی کہہ رہے ہوں بد زباں
حشر اک ایوانِ ظالم میں بپا کرتا ہے خون
طاقتِ گویائی خنجر کو عطا کرتا ہے خون

(۱۲)

گاہ تیغِ قاتلاں پر بولنے لگتا ہے خون
گہ زبانِ بے زباں پر بولنے لگتا ہے خون
منبرِ فرقِ زماں پر بولنے لگتا ہے خون
بے خطا ہو تو سِناں پر بولنے لگتا ہے خون
بند آوازِ لہو سے گوش کر سکتا نہیں
خون بولے تو کوئی خاموش کر سکتا نہیں

(۱۳)

غور کیا اس بات پر تم نے کیا اہلِ جہاں
خونِ اصغرؑ سے گریزاں کس لیے تھا آسماں
اپنے سینے میں زمیں نے کر لیا نہ کیوں نہاں
مَل لیا چہرے پہ شہ نے کیوں وہ خونِ بے زباں
دو جہاں سے بڑھ کے رکھتا تھا کمیت وہ لہو
مثلِ قرآں کے تھا اک بھاری امانت وہ لہو

(۱۴)

گمرہی کی ظلمتوں میں روشنی تھا وہ لہو
حق نمائی کے چمن کی تازگی تھا وہ لہو
حق کی باطل پر دلیلِ برتری تھا وہ لہو
چہرۂ قرآن کی رخشندگی تھا وہ لہو
نطقِ اصغرؑ دہر میں آوازۂ توحید تھا
خون اصغرؑ کا نہیں تھا، غازۂ توحید تھا

(۱۵)

نکتۂ نصّی تھا برہانِ خدا تھا وہ لہو
سورۂ الحمد جانِ انما تھا وہ لہو
بیتِ والعصر شانِ ہل اتیٰ تھا وہ لہو
استعارہ سورۂ اخلاص کا تھا وہ لہو
نفسِ بسم اللہ تھا قرآن کی تصویر تھا
وہ فقط آیت نہیں تھا آیات کی تفسیر تھا

(۱۶)

تھا یقیناً دہر میں نورِ الٰہی، وہ لہو
بن گیا ظلمت کدوں کی جو تباہی، وہ لہو
دستِ حق پرحق کی جس نے دی گواہی، وہ لہو
یہ کہ جس نے روند ڈالی شہنشاہی، وہ لہو
رکھ دی چشمِ شیطنت تیرِ نظر سے پھوڑ کر
تیرِ سہ پر کا وہ جس نے رکھ دیا منہ توڑ کر

(۱۷)

وجہِ نزولِ تشنگی کی تمکنت تھا وہ لہو
مظہرِ حق قوتِ معصومیت تھا وہ لہو
آبشارِ کوہسارِ معرفت تھا وہ لہو
رشکِ فطرت نکہتِ انسانیت تھا وہ لہو
آج بھی جس کا دلوں کی سلطنت پہ راج ہے
وہ لہو جو حضرتِ آدم کے سر کا تاج ہے

(۱۸)

جس نے محشر سے بھی پہلے حشر اٹھایا وہ لہو
جس کی گرمی نے کلیجوں کو جلایا وہ لہو
تیر کو بڑھ کر گلے جس نے لگایا وہ لہو
ظلم کی جو بزدلی پہ مسکرایا وہ لہو
گر پڑا گھٹنوں کے بل پیاسے لہو سے ہار کر
رو رہا تھا لشکرِ بے داد دھاڑیں مار کر

(۱۹)

پیش کی جس نے شہادت کی صداقت، وہ لہو
دُور کر دی فکر سے جس نے ضلالت، وہ لہو
بزمِ عالم میں تھا اک شمعِ ہدایت، وہ لہو
دل جلا کر رکھ گیا جو تا قیامت، وہ لہو
چیر ڈالا تھا وہ جس نے پردۂ شبہات کو
روزِ روشن کر دیا ظلمت روی کی رات کو

(۲۰)

ڈوبتے دیں کو دیا جس نے سہارا، وہ لہو
جس نے آشفتہ شریعت کو سنوارا، وہ لہو
چہرۂ مظلومیت جس نے نکھارا، وہ لہو
فرش پہ عرشِ بریں جس نے اُتارا، وہ لہو
وہ لہو روئے فلک جس نے گلابی کر دیا
وہ لہو کہ جس نے دامانِ شفق کو بھر دیا

(۳۱)

آ رہی تھی جس سے خوش بوئے رسالتؐ، وہ لہو
جس میں تھی خاتونِ محشر کی جلالت، وہ لہو
جس نے کی صدقِ امامت کی وکالت، وہ لہو
کربلا میں جس نے کی برپا عدالت، وہ لہو
وہ لہو بے شیر کا شہدائے حق کی شان تھا
محشرِ کرب و بلا میں عدل کی میزان تھا

(۳۲)

سامنے جس کے تھی دریا کی روانی، وہ لہو
پیاس سے جس کی تھا پانی، پانی پانی، وہ لہو
علقمہ پر خود تھی جس کی حکم رانی، وہ لہو
کر رہا تھا جس کی دجلہ نوحہ خوانی، وہ لہو
یاد جس نے تھی دلائی کبریا کے قہر کی
داستاں جس نے سنائی فاطمہؑ کے مہر کی

(۳۳)

نقشِ الا اللہ ہے ایمان کا عنوان ہے
اس کی اک اک بوند کا اسلام پر احسان ہے
معتقد اس خون کا ہر باضمیر انسان ہے
اس لہو کی روشنائی سے جلی قرآن ہے
عظمت و رفعت کسے اس خون کی معلوم ہے
اس کی قلبِ کبریا پر داستاں مرقوم ہے

(۲۴)

اس لہو کے انبیاء و اوصیاء ممنون ہیں
سرورِ عالم جنابِ مصطفےؐ ممنون ہیں
فاتحِ خندق علیؑ لافتیٰ ممنون ہیں
اور خاتونِ جناں خیر النساء ممنون ہیں
کبریا نے دی سلامی اصغرؑ بے شیر کو
کر دیا جس کے لہو نے سُرخرو شبیرؑ کو

(۲۵)

ششدر و حیراں خدائی کی ہے جس کے خون نے
چرخ پر جلوہ نمائی کی ہے جس کے خون نے
دہر کی مشکل کشائی کی ہے جس کے خون نے
دین کی حاجت روائی کی ہے جس کے خون نے
نام سے بڑھ کر جہاں میں جس کا رائج ہے لقب
اصغرؑ معصوم کا باب الحوائج ہے لقب

(۲۶)

جب فرامینِ محمدؐ بر زدِ تشکیک تھے
لائقِ صلوات تھے، موردِ تضحیک تھے
جب دماغوں میں جہنم اور دل تاریک تھے
آدمی نابود ہونے کے بہت نزدیک تھے
ایسے میں مردہ دلوں کو زندگی دی خون نے
ظلمتوں کو چیر دے جو، روشنی دی خون نے

(۲۷)

دینِ احمد ﷺ امتِ سرکار میں لاچار تھا
ہر کوئی اس دین کے زخموں سے ہی بیزار تھا
جب لہو دم توڑتے اسلام کو درکار تھا
تب علیہ خون کا دینے کو اک تیار تھا
خونِ تازہ دین کی سوکھی رگوں میں بھر دیا
یوں مسیحِ نینوا نے دین زندہ کر دیا

(۲۸)

زعم تھا باطل کو حق اب پھول پھل سکتا نہیں
اب خدائی پر خدا کا حکم چل سکتا نہیں
دل کسی کا موت کی خاطر مچل سکتا نہیں
خوف کے زندان سے انساں نکل سکتا نہیں
کس کی جرأت دخل دے جو ظلم کے قانون میں
کون ہے خود کو کرے جو غرق سیلِ خون میں

(۲۹)

ترجمانِ حق پکارا خوف دھو سکتا ہوں میں
جاں نثاری کا دلوں میں بیج بو سکتا ہوں میں
میوۂ دل اور نورِ چشم کھو سکتا ہوں میں
ہاں خدا کے واسطے قربان ہو سکتا ہوں میں
موت قطعی طور پر بدتر ہے ننگ و عار سے
اور ننگ و عار بہتر ہے دخولِ نار سے

(۳۰)

اے حسینؑ اے پیکرِ صدق و صفا صد مرحبا
مرحبا ویسا کیا جیسا کہا صد مرحبا
حجتِ حق، آیتِ حق، حق نما صد مرحبا
اے حسینؑ اے داورِ کرب و بلا صد مرحبا

خون پاشی کی ہے ایسی کربلا کی کشت میں
کاشت فصلِ سرفروشی کی ہے سنگ و خشت میں

(۳۱)

اے حسینؑ اے عزم و استقلال کے کوہِ گراں
نازشِ عرشِ الٰہی عظمتوں کے آسماں
راکبِ دوشِ رسولِ کبریا شاہِ زماں
لے سلام اب اِنس و جاں کا اے امامِ اِنس و جاں

اے خدا کے شیر کے شیرِ دلاور السلام
خون کے بپھرے سمندر کے شناور السلام

(۳۲)

موت کے پانی سے دھویا ہستیِ فانی کا داغ
جان دے کے دے گیا تو جاودانی کا سراغ
اب ہدایت کا کبھی گُل ہو نہیں سکتا چراغ
تو سناں کی نوک پر کرتا رہا روشن دماغ

سر کٹا کے زیست کے آئین میں ترمیم کی
اے قتیلِ اشک تیری موت نے تعظیم کی

(۳۳)

دامنِ اسلام کو اپنے لہو سے بھر دیا
لامکاں کو تھوڑے سارے کا سارا گھر دیا
موت سے بے خوف جس نے زندگی کو کر دیا
ہاتھ فاسق کے دیا نہ ہاتھ، اپنا سر دیا
مرحبا اس جراٗتوں کے طور کی کیا بات ہے
کبریا کے بندۂ غیور کی کیا بات ہے

(۳۴)

خوابِ ابراہیمؑ کا عملی معبّر ہے حسینؑ
جس کا ہے شہکار مقتل وہ مصوّر ہے حسینؑ
فخر ہے جس کی شہادت وہ مفکّر ہے حسینؑ
کربلا جس کا تدبر وہ مدبّر ہے حسینؑ
اہلِ دل کا رہ بر کامل حسین ابن علیؑ
حضرتِ سبحانِ حق کا دل حسین ابن علیؑ

(۳۵)

عظمتِ خالق سے قائم ہے جلالِ کربلا
دو جہاں میں مل نہیں سکتی مثالِ کربلا
حشر تک اب سوچیے کیا ہے کمالِ کربلا
روزِ عاشورہ کو اُلفت ہے سوالِ کربلا
بند، شیشی میں بدستِ صاحبِ لولاک ہوں
پوچھتی ہے کربلا میں خون ہوں یا خاک ہوں

(۳۶)

گرم ریتی بھر کے جو اپنے تنِ صد چاک میں
سو گیا تھا خون بو کے کربلا کی خاک میں
سوگ میں جس کے ہوا ماتم بپا افلاک میں
بے خطا مارا گیا جو دشتِ وحشت ناک میں
ذبح جو پیاسا ہوا وہ مصطفیٰ ﷺ کا خون تھا
وہ قتیلِ نینوا تھا جو خدا کا خون تھا

(۳۷)

ہے سنائی دے رہی آوازِ ھل من دم بہ دم
اشک کی جا خوں بہانے ہے لگی یہ چشمِ نم
خون میں غلطاں کھڑا ہے ہائے سردارِ ارم
اب چلو بس مقتلِ مظلوم کی جانب قلم!
مقتلِ سبطِ رسولؐ اک خوں چکاں مضمون ہے
جس کی اک اک سطر سے جاری مسلسل خون ہے

(۳۸)

کیسی تنہائی کا عالم تھا شہِ ابرار پر
زخمی پیشانی تھے رکھے قبضۂ تلوار پر
کیا قیامت کی گھڑی تھی خلد کے سردار پر
کٹ چکے تھے لب مبارک، گھاؤ تھے رخسار پر
چشمِ تر میں ہے وہ منظر خوں چکاں ٹھہرا ہوا
فاطمہؑ کا چاند تھا جب خون میں ڈوبا ہوا

(۳۹)

کس رہے تھے طعنے بے کس پہ وہ لاکھوں بد زباں
دے رہے تھے فاطمہؑ کے لاڈلے کو گھڑکیاں
بے کسِ وحدت پہ گرتی تھیں ستم کی بجلیاں
کوئی پتھر مارتا کوئی چبھوتا تھا سناں
کچھ لعیں یوں ظلم کرتے تھے بریدہ جسم پر
ڈالتے تھے گرم ریتی کو دریدہ جسم پر

(۴۰)

بس گاہ مصطفیٰ پر زخم تھے انیس سو
آ گیا شمر ستم گر کر کے کند اوزار کو
اور لعیں سینے پہ رکھ کر پاؤں کہتا تھا اٹھو
اے حسینؑ! اپنے جری عباسؑ کو آواز دو
باوفا کا نام سنتے ہی تڑپ کر رہ گئے
چشمِ شہ سے اشک خاکِ کربلا پر بہہ گئے

(۴۱)

شاہ فرمانے لگے کچھ تو کرو خوفِ خدا
حضرت خاتمؐ سے قائمؑ تک ہے میرا سلسلہ
میری مادر جاں ہے اُمت کی ستائی فاطمہؑ
ہیں مرے بابا علیؑ، بھائی حسنؑ ہیں بے شبہ
میرے عموں جان حضرت جعفر طیارؑ ہیں
ہم میں ہی حمزہؑ ہیں کہ شہدا کے جو سردار ہیں

(۴۲)

سُن کے یہ فقرات سرور، شمر پھر کہنے لگا
مجھ سے بڑھ کر اور نہیں کوئی عدوئے کبریا
اے حسینؑ ابن علیؑ مجھ کو خبر ہے با خدا
جانتا ہوں خوں ترا کر کے جہنّم جاؤں گا
پر تمھارے خوں کے بدلے مال و دولت چاہیے
تیری نانا کی نہیں مجھ کو شفاعت چاہیے

(۴۳)

شاہ سجدے میں گرے ظالم نے الٹی آستیں
تھرتھرا کے رہ گیا گردوں ، لگی ہلنے زمیں
ہر سو ظلمت چھا گئی سرخ آندھیاں چلنے لگیں
پشت پر چڑھ کے چلانے لگ گیا ضربیں لعیں
العطش ہے العطش کہتے تھے ہر اک ضرب پر
عرش لرزاں تھا غریب کربلا کے کرب پر

(۴۴)

جب چلی پیاسے گلے پر آخری ضرب شدید
لب ہلے مظلوم کے کٹتی تھی جب حبل الورید
اے عزادارانِ من، میرے محبانِ سعید
پانی پینا جب تو رکھنا یاد یہ پیاسا شہید
کیف استسقیٰ لطفلٍ اذکرونی شیعتی
او سمعتم بغریبِ فاندبونی شیعتی

(۳۵)

واحسیناہ واشہیداہٗ وازکی الازکیاء
واحسیناہ واشہیداہٗ واقتیل الادعیاء
واحسیناہ واحسیناہ، ذبیحاً من قفاء
واحسیناہ واحسیناہ، غسیلاً بالدماء
سید العطشان لن ننسیٰ شفات الذابلات
سید المظلوم لن ننسیٰ دماء السائلات

(۳۶)

کاٹ ڈالا شمر نے سر تیرہ ضربیں مار کر
پھر اُٹھایا وہ سرِ بے کس سناں کی نوک پر
نوکِ نیزہ پر سرِ مظلوم جب آیا نظر
اشقیاء کی فوج میں ہونے لگا جشنِ ظفر
ناچتے تھے لشکری مقتل کا مقتل خون تھا
سر بریدہ لاش سے جاری مسلسل خون تھا

(۳۷)

سبطِ سرورؐ کے گلے سے جب نکلتا تھا لہو
جذب ہونے کی جگہ ریتی پہ چلتا تھا لہو
ہو گیا سرخ آسماں سورج اُگلتا تھا لہو
پتھروں سے چشمے کی صورت اُبلتا تھا لہو
اس طرح سے آسماں تھا خون برسانے لگا
ڈبکیاں حیرت میں طوفانِ نجف کھانے لگا

(۴۸)

جب کہ مقتل بھر گیا خونِ شہِ مظلوم سے
شورِ غم کرتے پرندے دشت میں وارد ہوئے
طائرانِ نوحہ گر بحرِ لہو میں ڈوب کے
سب کے سب پرواز سُوئے آسماں کرنے لگے
کوئی صحرا، کوئی جنگل، کوئی پہنچا شہر میں
اس طرح سے خونِ سرور پھیلا سارے دہر میں

(۴۹)

خون اطرافِ زمیں میں پھیلنا ہے واقعہ
واقعے کے ہے پسِ پردہ الٰہی معجزہ
تائیدِ ہادیؑ سے سمجھو معجزہ کا فلسفہ
اس لہو کے فیض سے توحید کا ہے تذکرہ
گھر خدائے لامکاں کے آج لا تعداد ہیں
خوں گرا یہ جس جگہ واں مسجدیں آباد ہیں

(۵۰)

ہو گا تب معلوم کہ اس خون کی حرمت ہے کیا
خونِ شہ کی مانگے گا جس دم گواہی کبریا
ہاتھ میں چادر لیے آئیں گی پھر خیر النساء
اور کہیں گی یا خدا دے گی گواہی یہ ردا
سر جو ظالم شمر نے کاٹا تنِ شبیرؑ سے
صاف خنجر کو کیا اس چادرِ تطہیر سے

(۵۱)

آج دنیا پوچھتی ہے ہم سے ، ماتم کب تک
کھٹے بچی جفا کا آخرش غم کب تک
اپنی آنکھوں کو رکھیں گی ہم بھلا نم کب تک
یوں رہیں گے اپنے سینے پیٹتے ہم کب تک
پُرسہ دیتے اور غم کی مجلسیں کرتے ہوئے
چودہ صدیاں ہو گئیں ہے کس کا دم بھرتے ہوئے

(۵۲)

مجلسِ غم سے یوں ہی اُٹھتا رہے گا شور و شین
لرزاں ماتم سے رہیں گے مشرقین و مغربین
ہو نہیں سکتے کبھی خاموش یہ دل سوز بین
دل دل کہتے رہیں گے زندگی بھر "یا حسینؑ"
خونِ اصغرؑ سے کیا جب تک وضو تازہ رہے
فاطمہؑ کے لال کا جب تک لہو تازہ رہے

(۵۳)

کوفہ و کرب و بلا ہو شام ہو کہ سامرہ
یا ہو بلتستان و گلگت یا کراچی، کوئٹہ
اب بھی جاری ہے یزیدیت کا خونی سلسلہ
دندناتے پھر رہے ہیں بھیڑیے ہر اک جگہ
کل تلک تھے ظلم کی زد پہ مددگارِ حسینؑ
اب ستم کا ہیں نشانہ بس عزادارِ حسینؑ

(۵۴)

بولے حق کی پرستاری بھی کوئی جرم ہے؟
ظلم اور ظالم سے بیزاری بھی کوئی جرم ہے؟
سبطِ احمدؐ کی عزاداری بھی کوئی جرم ہے؟
خونِ زہراؑ سے وفاداری بھی کوئی جرم ہے؟
یہ چمن نذرِ خزاں کیوں ہنستا بستا ہو گیا؟
اہلِ حق کا خون کیوں پھر اتنا سستا ہو گیا؟

(۵۵)

کیا ہوا؟ کیوں واعظ شعلہ بیاں خاموش ہے
ہر مقرر اور مبصر کی زباں خاموش ہے
سِل چکے ہیں لب زمیں کے آسماں خاموش ہے
چیختا پھرتا ہے خوں سارا جہاں خاموش ہے
اوہ، اچھا۔۔۔ بہ رہا ہے یہ خدا والوں کا خوں
خامشی ہے اس لیے ہے کربلا والوں کا خوں

(۵۶)

سُن رہے ''ھل من'' ہیں پر لبیک کی جرأت نہیں
ظالموں کا خوف ہے مظلوم کی نصرت نہیں
خوں کبھی ہو گا گراں اب اس کی کچھ وقعت نہیں
آج کپڑا قیمتی ہے خون کی قیمت نہیں
خون کا سڑکوں پہ بہنا بے معانی ہو گیا
خوں نہیں بلکہ کسی جوہڑ کا پانی ہو گیا

(۵۷)

ختم جو ہو جاۓ گی وہ داستاں ہرگز نہیں
اس قدر ارزاں سنو اہلِ جہاں ہرگز نہیں
یہ ستم ایمان والوں کا زیاں ہرگز نہیں
چاہے سڑکوں پر ہے کچھ رائیگاں ہرگز نہیں
ایک دن یہ سرخیِ افلاک بن کر چھاۓ گا
دیکھنا یہ خوں قیامت کی خبر بن جاۓ گا

(۵۸)

ظلم کی شہ رگ پہ اس کی دھار اک تلوار ہے
خود کشوں کے واسطے قطعی عذاب النار ہے
بیعتِ طاغوت سے اس خون کو انکار ہے
اس لیے بارود سے اب تک ستیزہ کار ہے
دشتِ وحشت سے گھروں کی چار دیواروں تلک
کربلا سے خوں یہ پہنچا آج بازاروں تلک

(۵۹)

یہ لہو تو دے چکا ترتیب جرأت کا نصاب
معمرِ اعلانِ حق پر کر رہا ہے یہ خطاب
خونِ زندہ دے رہا ہے آج درسِ انقلاب
خون ہے بھرپور، طعنہ زن مظالم کا جواب
کون فخرِ آسماں ہے اور زمیں کا ناز کون
دیکھتے ہیں خونِ زندہ کا ہے ہم آواز کون

(۶۰)

ذلتوں سے دور ہیں کرتے ہیں اکرامِ حسینؑ
موت سے خائف نہیں ہم پر ہے انعامِ حسینؑ
صبح ہے صبحِ حسینؑ اور شام ہے شامِ حسینؑ
ہم ازل سے کر چکے ہیں زندگی نامِ حسینؑ
نام پر شبیرؑ کے شہ رگ کٹانا فرض ہے
اہلِ دل کے خون پر ''ھل من'' کا اب تک قرض ہے

(۶۱)

غم ہمیں جاں سے گزرنے کا نہیں ہے با خدا
درد سینوں میں ہمارے ہے فقط مظلوم کا
منتظر ہم اہلِ حق ہیں منتظر ہے کبریا
دل میں ہے بس آرزوئے انتقامِ کربلا
حسرتِ دل ہے کہ ہو برپا قیامِ منتقم
خوں بہا لے، خونِ ناحق کا امامِ منتقم

(۶۲)

اس علی اصغرؑ مسیحِ کربلا کا خوں بہا
اور علی اکبرؑ شبیہِ مصطفیٰؐ کا خوں بہا
سیّدہ اُمّ البنینؑ کے مہ لقا کا خوں بہا
جس کو لینا ہے قتیلِ نینوا کا خوں بہا
حشر کے اس منتظم کی ہم رکابی چاہیے
بس امامِ منتقم کی ہم رکابی چاہیے

(٦٣)

ذوالفقارِ حیدری خود کو کرے گی بے نیام
پردۂ غیبت سے مثلِ مہر نکلے گا امام
پھر کھلے گا عالمیں پر، کس کو کہتے ہیں قیام
دیکھے گی، چشمِ فلک خونِ خدا کا انتقام
اس زمیں پر پرچمِ انصاف گاڑا جائے گا
ظالموں کو ان کی قبروں سے اکھاڑا جائے گا

(٦٤)

سوگوارو موسمِ قسط و عدالت ہے قریب
منتظر جس کے ہو صدیوں سے وہ ساعت ہے قریب
اٹھو شیعو! آمدِ سرکارِ حُجّت ہے قریب
کر لو محکم صفیں کہ وقتِ نصرت ہے قریب
ہر فدائی صاحبِ کردار ہونا چاہیے
کم سے کم ہر فرد کو مختارؒ ہونا چاہیے

(٦٥)

ایک دن وہ آئے گا جب داغِ دل دُھل جائیں گے
نصرِ حق کے خواب جب تعبیر سے تُل جائیں گے
زندگی کے دھرے اموات میں گھل جائیں گے
بھر دیے تھے قبر نے جو زخم وہ کھل جائیں گے
یہ کفن بارِ دگر خود کو سجائے گا لہو
موت کی پھر نیند سے ہم کو جگائے گا لہو

(۲۶)

بے سروں کے قافلے کا کوچ ہے عادلؔ چلو
ہو ابھی تک نیند میں؟ اے صاحبِ وحشت اُٹھو
توڑ کر بندِ کفن اپنی کمر کو باندھ لو
اب تأمّل ہے عبث بس تھام کر نیزہ بڑھو
خون میں ڈوبا ہوا پرچم اُٹھاتے ہیں حسینؑ
نصرتِ حق کے لیے تم کو بلاتے ہیں حسینؑ

◆◆◆